رتن ناتھ سرشار

(حالاتِ زندگی)

رتن ناتھ سرشار ۱۸۴۶ء میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ یہ کشمیری برہمن تھے۔ اور ان کا گھر لکھنؤ کے ایک ایسے محلے میں تھا۔ جہاں چاروں طرف مسلمان شرفاء رہتے تھے۔ لہٰذا اُنہیں مسلمانوں کے معاشرے کو قریب سے دیکھنے، ان کی بامحاورہ زبان سننے اور سیکھنے کا بہت موقع ملا۔ ان دونوں چیزوں سے انھوں نے اپنی تصانیف میں بہت فائدہ اٹھایا ہے۔

سرشار نے بچپن میں عربی اور فارسی کی تعلیم بھی حاصل کی۔ کالج میں داخلہ لے کر انگریزی سیکھی۔ لیکن کوئی ڈگری حاصل نہ کر سکے۔ بچپن ہی میں والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس لیے تعلیم کو ادھورا چھوڑ کر ملازمت اختیار کر لی۔ شروع میں ایک اسکول میں مدرس مقرر ہوئے۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ وہ اخباروں اور رسالوں میں مضامین بھی لکھا کرتے تھے۔ ان مضامین کی وجہ سے انھیں بہت شہرت حاصل ہوگئی۔ چنانچہ منشی نولکشور نے انھیں ''اودھ'' اخبار کا ایڈیٹر بنا دیا۔ اس اخبار میں سرشار نے لکھنؤ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے متعلق مضامین کا سلسلہ شروع کیا۔ اس سلسلے کو عوام نے بہت پسند کیا اور بالآخر انھوں نے مضامین کو ایک قصے کی شکل دے کر کتابی صورت میں چھاپ دیا۔ یہ کتاب ''فسانۂ آزاد'' کے نام سے چار موٹی جلدوں میں چھپی اور پڑھنے والوں میں بے حد مقبول ہوئی۔ اس کتاب میں یوں تو بہت سے کردار ہیں لیکن دو کردار خاص ہیں۔ ایک آزاد اور دوسرے خوجی۔ آزاد قصے کا ہیرو ہے اور خوجی اس کے وفادار دوست ہیں۔ ہر مشکل میں اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ لیکن ان کی حرکتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جب وہ سامنے آتے ہیں تو لوگ ان کی حرکتیں دیکھ کر ہنسی ضبط نہیں کر سکتے۔ اس کتاب کی زبان لکھنؤ کی مقامی زبان ہے جو سلیس اور بامحاورہ ہے اور ڈیڑھ سو سال بعد بھی آج استعمال ہونے والی زبان معلوم ہوتی ہے اور قارئین بڑے شوق سے اس قصے کو پڑھتے ہیں۔

اس کے علاوہ سرشار نے کئی کتابیں لکھیں۔ سیر کہسار، جام سرشار، کامنی، پی کہاں اور کڑم دھم وغیرہ لیکن ان سب میں زیادہ دلچسپ ''فسانۂ آزاد'' ہے۔ سرشار نے ۱۹۰۲ء میں لکھنؤ میں وفات پائی۔

تباہی، تباہی، تباہی

(رتن ناتھ سرشار)

مقاصدِ تدریس

- طلبہ کو اُردو ادب میں ناول نگاری کی روایت سے واقفیت دلانا۔
- اُردو کلاسیکل ادب میں "فسانہ آزاد" کی اہمیت بتانا۔
- رتن ناتھ سرشار کے اسلوب سے متعارف کروانا۔
- ناول نگاری میں رتن ناتھ سرشار کا مقام بتانا۔

الفاظ و تراکیب

خفتگان تہہ خاک	ٹاپو	عروس	بلیغ	پینک
ناہنجار	رقیق القلب	غرقاب	سٹی پٹی	لائف بوٹس

ناول کا پس منظر

"فسانہ آزاد" کا شمار اُردو ادب کے شاہکار فن پاروں میں ہوتا ہے۔ اس کی کہانی جنگ روم (ترکیہ) و روس کے اِردگرد گھومتی ہے۔ یہ جنگ روس اور روم (ترکی) کے مابین ۱۸۷۷ء میں واقع ہوئی تھی۔ اُس زمانے میں ترکی اندرونی خلفشار کا شکار تھا جس کی وجہ سے عثمان پاشا کو ان سے کوئی خاص مدد نہیں مل سکی۔ مگر وہ مسلسل لڑتے رہے۔ اس جنگ میں عثمان پاشا خود لڑتے لڑتے گرفتار ہوئے۔ زار روس ان کی بہادری اور شجاعت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ لہٰذا انھیں ذاتی مہمان بنایا اور بہت عزت کی نگاہ سے دیکھا۔ زار کے اس حسن سلوک کے باوجود اس کی حب الوطنی اور خودداری برقرار رہی۔ زار روس کے دربار میں شاہ رومانیہ بھی موجود تھا۔ رومانیہ ترکی کا باج گزار تھا لیکن اس جنگ کی بدولت انھوں نے اپنی آزادی کا اعلان کیا تھا اور روسی افواج کی ہر طرح مدد کی تھی۔ لہٰذا جب شاہ رومانیہ نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو عثمان پاشا نے انھیں ایک باغی کہہ کر ہاتھ ملانے سے انکار کیا۔ کچھ عرصے کے بعد انھیں باعزت رہائی ملی۔ لہٰذا وہ واپس اپنے وطن آئے جہاں انھیں غازی کے لقب سے نوازا گیا۔

ایک روز جہاز کے ناخدا نے سب کو پھر اطلاع دی کہ ایک گھنٹے میں بڑی سخت آندھی آنے والی ہے۔ مستعد ہو رہو۔ خبر وحشت اثر سنتے ہی سب کے ہوش و حواس غائب ہو گئے۔ جہاز کے ناخدا نے آلہ بیرومیٹر کے ذریعے سے جہاز والوں کو بصد حزن و ملال آگاہ کر دیا کہ بہت جلد طوفانِ عظیم آنے والا ہے۔ اس ناگہانی کے دفعیہ کا انسان ضعیف البنیان میں یارا نہیں۔ مشیت ایزدی میں چارا نہیں۔

میاں آزاد کا جہاز جس کا پیارا نام جنی ڈینس تھا۔ معشوقانِ طناز کی طرح اٹھکھیلیاں کرتا جاتا تھا۔ ناخدا نے پھر اطلاع دی کہ طوفان آیا چاہتا ہے۔ بیرومیٹر سے طوفانِ عظیم کی آمد آمد صاف ظاہر ہے۔ لوگو! خبردار ہوشیار طرفۃ العین میں

مصیبت سے دوچار ہونا ہے۔ زندگی سے ہاتھ دھونا ہے۔ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ جان کے لالے پڑے۔ حیرت تھی کہ یا الٰہی جائیں تو کہاں جائیں؟ اس بحرِ ناپیدا کنار اور طوفان حسرت بار سے نجات کیوں کر پائیں۔ دل بے قرار، بے تاب تھا، زہرہ آب آب تھا۔ دیکھا کہ کپتان کے بھی ہاتھ پاؤں پھول گئے اور اس کے لیفٹیننٹ بھی سب سٹی پٹی بھول گئے۔ سیڑھیوں سے تختے پر آتے تھے اور گھبرا کر پھر اوپر چڑھ جاتے تھے اس سبب سے آتش غم اور بھی تیز ہوئی۔

اتنے میں ہوا نے وہ زور باندھا کہ الامان، الامان۔ ناخدا نے صرف ایک مین سیل تو بدستور رہنے دیا، باقی اور سب اتار لیے۔ اب جہاز اللہ کی راہ پر چھوڑ دیا گیا۔ موجوں کی یہ کیفیت کہ آسمان سے باتیں کرتی تھیں۔ جہاز تھپیڑے کھا کر گیند کی طرح اُدھر سے اِدھر آتا تھا اور اِدھر سے اُدھر جاتا تھا۔ سمندر اس درجہ جوش و خروش پر تھا کہ الحذر الحذر۔ جہاز والے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے جان و مال کو رو بیٹھے۔ سمندر کی ڈراؤنی صورت دیکھ کر بدن کانپ اٹھتا تھا۔ مرد و زن یا علی مدد یا خدا بچاؤ کا غل مچاتے تھے۔ بچے سہم کر اپنی ماؤں سے چمٹے جاتے تھے۔ کوئی عورت منہ ڈھانپ کے روتی تھی کہ ہائے عمر بھر کی کمائی اس سمندر میں گنوائی۔ کوئی اپنے پیارے معصوم بچے کو چھاتی سے لگا کر کہتی تھی کہ اماں کا کلیجہ پھٹا جاتا ہے بیٹا ہم تم سے اور تم ہم سے رخصت ہوتے ہو۔ وہ نادان مسکراتا تھا اور اس بھولے پن سے اپنی مادر مہربان کے دل پر بجلیاں گراتا تھا۔

اب سنیئے کہ جہاز بھر میں تو کہرام مچا تھا مگر خوجی افیمی لمبی تانے سو رہے تھے۔ اس نیند پر اللہ کی مار۔ اس پینک پر شیطان کی پھٹکار۔ میاں آزاد نے جگایا کہ خواجہ صاحب اُٹھیئے طوفان آیا ہے۔ حضرت نے لیٹے ہی لیٹے بھنبھنا کر فرمایا کہ چُپ گیدی، ہم نے خواب میں بہروپیا پکڑ پایا ہے۔ تب تو میاں آزاد جھلائے اور کس کر ایک لات لگائی۔ خوجی کلبلا کر اُٹھ بیٹھے تو تلاطم کا عالم دیکھا۔ ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے۔ سمندر کی بھیانک صورت دیکھی تو کانپ اُٹھے۔ دیکھا ہر زن و مرد مبتلائے بلا ہے، ہر سمت آہ و بکا ہے۔ پانی بلیوں اُچھلتا ہے، مفر کی کوئی صورت نہیں۔

ناخدا خوب سمجھتا تھا کہ حالت ہر گھڑی نازک ہوتی جاتی ہے۔ طوفان ہے کہ اُمنڈ چلا آتا ہے۔ موج کے تھپیڑے اس قدر بلند ہوتے تھے کہ کلیجہ بانسوں اُچھلتا تھا۔ لیکن آزمودہ کار تھا اس کی پھرتی اور استقلال سے لوگوں کو کچھ یونہی سی تشفی ہوئی تھی کہ شاید جان بچ نکلے۔ اپنے اپنے مذہب اور عقیدے کے بموجب اہل جہاز باری تعالیٰ سے دعا مانگتے تھے۔

اب سنیئے کہ جس مقام پر جہاز غرق ہونا تھا اُس کے سامنے ایک چھوٹا اور پُر فضا ٹاپو تھا۔ جزیرۂ پیرم۔ یہ جزیرہ ساحل یمن سے چار میل کے فاصلے پر ہے۔ طول ساڑھے چار میل عرض دو میل۔ سطح بحر سے ۲۳۰ فٹ بلند۔ اس کے گوشہ

جنوب ومغرب میں ایک نہایت دلکش بندرگاہ ہے۔ دوچار آدمیوں نے اس جزیرہ کو بصد حسرت دیکھ کر کہا کہ ہائے اللہ جانے یہ کون سا ٹاپو ہے؟ آزاد خوب واقف تھے کہ یہ جزیرہ پیرم ہے۔ انھوں نے کئی یورپین سیاحوں سے کہا تھا کہ اگر اس جزیرے میں کوئلے کا بندوبست ہو تو خوب بات ہے مگر اکثروں نے جواب دیا کہ جزیرۂ مذکورہ میں پانی کی عنقائیت ہے۔ یہ جزیرہ جہاز والوں کو ترساتا تھا اور سب کے سب دست بہ دعا تھے کہ یاالٰہی کسی طرح اس ٹاپو تک جہاز مع الخیر پہنچ جائے۔ تیری بندہ نوازی کے صدقے ہمیں جزیرہ تک پہنچادے۔

اتنے میں ناخدا نے حکم دیا کہ All Hands Ahoy

اس جگر خراش فقرے سے جہاز میں کہرام مچ گیا۔ صدائے ماتم ہر گوشہ سے بلند ہوئی۔ جہاز کے مسافروں کی پریشانی اور مایوسی دو چند ہوئی۔ پاؤں خواب آلود ہوئے۔ جسم شعلے کی طرح تھرانے لگا۔

ناخدا نے پھر پکار کر کہا All Hands Ahoy۔

یعنی جتنے آدمی جہاز میں ہیں سب معاً عرشے پر آجائیں۔ اہل جہاز نے شور الامان بلند کیا تو یہی معلوم ہوا کہ ادھر حاملان عرش اور ثور فلک اور اِدھر خفتگانِ تہ خاک اور گاؤ زمین کانپ اُٹھے۔ ہر فرد بشر کے چہرے پر بے کسی برستی تھی۔

آزاد فرخ نہاد تو ایک جری اور دلیر آدمی تھے کوشش بلیغ کی کہ بنی نوع انسان کی جان بچائیں۔ کپتان اور اس کے اسسٹنٹ اور اہل جہاز سب آزاد کے عاشق تھے۔ ایک قسم کی دلی محبت ہوگئی تھی۔ آزاد نے سعی مشکور کی کہ اہل جہاز ڈوبنے سے بچ جائیں۔ مگر یہ خیال محال تھا۔ کپتان نے اس وقت بڑی مایوسی سے کہا کہ کیا اس وقت یہاں کوئی آدمی ایسا نہیں جو میرے اسسٹنٹوں کو مدد دے اور بندگانِ خدا کی جان بچائے۔ میں تو جی کڑا کر کے جان بچانے میں کوشش موفور کر رہا ہوں۔ ''اَلسَّعْیُ'' مِنِّی وَالِا تْمَامُ مِنَ اللّٰہِ تَعَالیٰ☆۔

پھر کپتان نے غل مچا کر کہا Lower The Life Boats

واضح ہو کہ ہر جہاز کے ساتھ چند لائف بوٹ ہوتی ہیں، رسیوں اور زنجیروں سے جکڑی ہوئی۔ اب وہ وقت آگیا تھا کہ لائف بوٹ سے مدد لی جائے۔ لائف بوٹ جہاز کے غرقاب ہونے کے وقت کام آتی ہیں۔ ناخدا نے کہا کہ لائف بوٹ جو اس جہاز کے ساتھ ہیں ان کو نیچا کرو۔ آزاد نے اس میں بڑی مدد دی۔

اب جہاز ڈوبنے ہی کو تھا۔ دس فٹ سے زیادہ پانی جہاز کے ہولڈ میں آگیا تھا۔ آزاد نے کپتان سے کہا کہ پانی کو پمپ کے ذریعے سے نکالو ورنہ غضب ہی ہوجائے گا۔ کپتان نے کہا کہ پمپ کے ذریعہ سے پانی نکالنا بیکار ہے۔

☆ ترجمہ: کوشش میری جانب سے اور پورا کرنا اللہ کے ذمے۔

آزاد: کیوں؟

کپتان: پہلے تو آندھی کا ذرا بھی گمان نہ تھا۔ دفعتہً طوفان جو آیا تو امواج بحر پہاڑ کی بلند چوٹی کے برابر اونچی ہونے لگیں۔ جو شے تختے پر تھی سب کو بہا لے گئیں۔

آزاد نے کپتان کی بڑی تعریف کی اور لائف بوٹ کو نیچا کیا۔ اس وقت آزاد کی پھرتی اور ہمدردی اور سچی شجاعت کے اہلِ جہاز تہہ دل سے مداح تھے اور وینشیا اس جری نوجوان کو حسرت کی نظر سے دیکھتی تھی۔ آزاد نے بہت سے لڑکوں اور عورتوں کو لائف بوٹ میں جگہ دی۔ اس کام میں جو اس کی سچی ہمدردی اور بسالت پر دال تھا اس کی جان خود معرض خطر میں تھی مگر آزاد کی ہمت اور شجاعت اعلیٰ درجہ کی تھی۔

آزاد اس وقت عورتوں اور بچوں کو مدد دے رہے تھے کہ وہ جہاز سے لائف بوٹ میں کود آویں۔ انھوں نے کسی کی نہ سنی۔ پھر وینشیا نے بصد حسرت ان کو باآواز بلند پکارا۔

آزاد اور سب کو چھوڑ کر وینشیا کی طرف آئے اور ان کو اٹھا کر لائف بوٹ کی طرف لے گئے۔ وینشیا نے کہا کہ پیارے آزاد میری جان سے زیادہ پیارے اپیلٹن کو تو لاؤ۔ اتنے میں اپیلٹن بھی آیا۔ وینشیا اور اپیلٹن دونوں لائف بوٹ میں کودے اور آزاد نے فرط طرب سے تین بار کہا:

Hip, Hip Hurrah

دوسرے لائف بوٹ میں بھی آزاد کی کوشش موفور سے کئی آدمی کودے۔ جہاز کے کپتان نے جہاز کو اس وقت چھوڑا جب تین بار چکر کھا کر وہ غرقاب ہونے کو تھا۔ ناخدا لائف بوٹ میں کودا تو میاں آزاد نے باآواز بلند کہا:

Save the compass anble you to steer for the land

یعنی کمپاس اپنے ساتھ لیتے آؤ تاکہ اس کے ذریعے سے لائف بوٹ خشکی کی طرف جا سکیں۔ ناخدا نے کمپاس لیا۔ جزیرہ پیرم سامنے نظر آتا تھا مگر فرط یاس سے کسی کو اُمید نہ تھی کہ وہاں تک پہنچ سکیں گے۔

پیرم کے باشندے بمقتضائے ہمدردی انسانی نہایت حسرت اور غایت ملال کے ساتھ دیکھتے تھے کہ ایک جہاز ڈوب رہا ہے۔ ان لوگوں نے جزیرے کے ساحل پر خوب تیز روشنی کی اور کئی من تیل برابر ڈالتے گئے تاکہ شعلے بلند ہوں اور اہل جہاز نے اگر یاس وغم اور پریشانی کے سبب سے اس جزیرے کو نہ دیکھا ہو تو روشنی سے سمجھ جائیں کہ زمین ہے۔ تین مختلف مقامات پر آگ جلائی گئی۔ صدہا آدمی اس واقعہ ہوشربا کے دیکھنے کے لیے اپنے اپنے مکان چھوڑ کر ساحل بحر پر آن کھڑے ہوئے تھے اور غل مچا رہے تھے۔ اکثر رقیق القلب آدمی پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے اور تہہ دل سے

آرزومند تھے کہ جہاز ڈوبنے سے بچ جائے مگر بعض ذات شریف اس مصیبت کو دیکھ دیکھ کر کھلے جاتے تھے کہ سویرے منہ اندھیرے گھرے ہیں خوب رقمیں چیریں گے، یہ شقی القلب بدکردار، ناہنجار مارے خوشی کے تالیاں بجاتے تھے۔ جامے میں پھولے نہیں سماتے تھے اور بہم خوش خوش گپیں اڑاتے تھے۔

ایک لہر آئی۔ جہاز تہ و بالا ہونے لگا۔ وہ گئی تو دوسری آئی۔ ہنوز جہاز سنبھلنے نہ پایا تھا کہ تیسری موج کے تھپیڑوں نے آفت ڈھائی۔ میاں آزاد بکمال شجاعت واستقلال پھر جہاز پر کودنے ہی کو تھے کہ ناخدا نے میاں خوجی کو بھی ان کے لائف بوٹ میں بہزار خرابی پہنچایا۔ آتے ہی انھوں نے غل مچایا کہ ارے یارو، افیم کی ڈبیا تو وہیں رہ گئی۔ میاں کوئی بندۂ خدا ذرا لپک کے ہماری ڈبیا لے آئے۔ آزاد کو جو پایا تو چمٹ گئے۔ بھائی آزاد جب اتنا بڑا جہاز نہ بچ سکا تو یہ ننھی ننھی کشتیاں بھلا کیوں کر بچیں گی۔ آزاد نے کہا، اللہ مالک۔ جب زور سے آندھی آتی ہے تو تناور درخت بھی پھٹ پڑتے ہیں کبھی کسی نے یہ نہ دیکھا ہوگا کہ آندھی چلنے سے گھاس ٹوٹ گئی۔

آزاد جزیرہ پیرم کے ساحل پر آئے اور آتے ہی مارے تھکاوٹ کے گر پڑے۔ کپتان اسمتھ اور اپیلٹن نے آزاد کی پیٹھ ٹھونکی۔

وینشیا نے بصد ادائے دلربا میاں آزاد کا شکریہ ادا کیا اور کہا تمام عمر تمہاری مشکور ہونگی کہ تم نے میرے شوہر کی جان بچائی۔

اپیلٹن نے آزاد سے کہا کہ اب اس وقت مجھ سے اور کچھ نہیں کہا جاتا۔ صرف اس قدر کہتا ہوں کہ ضرورت کے وقت جان جوکھم کے وقت مجھ کو ضرور یاد کرنا۔ اپیلٹن کو اب اپنا درم ناخریدہ غلام سمجھو۔

وینشیا: آزاد جیسے بہن کو اپنے بھائی کی محبت ہوتی ہے ویسی ہی مجھ کو تمہاری محبت ہے۔

آزاد: اب اس وقت کوئی اس قدر تشفی کر دے کہ میں تم کو اور تمہارے پیارے شوہر کو پھر بھی دیکھوں گا، تو میں جی اُٹھوں گا۔

(فسانۂ آزاد)

مشق

ا۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں۔

الف) جہاز میں سوار لوگوں کے ہوش وحواس کیوں اُڑ گئے؟

ب) دورانِ طوفان ناخدا نے کیا تدابیر اختیار کیں؟

ج) طوفان کا خوجی پر کیوں کوئی اثر نہیں ہوا؟

د) جہاز کا عملہ اور مسافر آزاد سے کیوں محبت کرتے تھے؟

ہ) جہاز کا انجام کیا ہوا؟

و) وینشیا آزاد کو کیوں حسرت کی نظر سے دیکھتی تھی؟

۲۔ متن کے مطابق درست جواب کا انتخاب کریں۔

الف) جزیرہ پیرم ساحل یمن سے فاصلے پر تھا۔

(i) تین میل (ii) چار میل (iii) پانچ میل (iv) چھ میل

ب) خوجی ایک انسان تھا:

(i) لاپروا (ii) بہادر (iii) ذمہ دار (iv) بزدل

ج) طوفان کے اعلان کے ساتھ ہی لوگ ہو گئے:

(i) چوکنا (ii) پریشان (iii) بے فکر (iv) مطمئن

د) اس کہانی کا ہیرو تھا:

(i) خوجی (ii) اپیلٹن (iii) اسمتھ (iv) آزاد

ہ) اپیلٹن اور وینشیا کا تعلق تھا:

(i) میاں بیوی کا (ii) بھائی بہن کا

(iii) والد بیٹی کا (iv) خالہ زاد بہن بھائی کا

۳۔ متن کے مطابق درست کی نشان دہی علامت (✓) سے اور غلط کی علامت (✗) سے کریں۔

الف) جہاز کا کپتان بہت بہادر آدمی تھا۔

ب) دورانِ طوفان خوجی جاگ رہا تھا۔

ج) لائف بوٹ جہاز کے غرقاب ہونے کے وقت کام آتی ہیں۔

د) وینشیا نے اپنے شوہر کی جان بچانے پر آزاد کا شکریہ ادا کیا۔

ہ) کپتان اسمتھ آزاد سے حسد کرتا تھا۔

۴۔ متن کے مطابق خالی جگہ درست لفظ سے پُر کریں۔

الف) آزاد ایک..................آدمی تھا۔ (لاپروا ۔ بزدل ۔ دلیر)

ب) جہاز.................. کی مدد سے خشکی کی طرف جاتا تھا۔ (کمپاس ۔ بیرومیٹر ۔ دوربین)

ج) فسانۂ آزاد کے مصنف کا نام.................. ہے۔ (کرشن چندر ۔ رتن ناتھ سرشار۔ پریم چند)

د) فسانۂ آزاد صنفِ ادب کے لحاظ سے.................. ہے۔ (ڈرامہ ۔ افسانہ ۔ ناول)

۵۔ طوفان کے اعلان کے ساتھ جہاز میں سوار مسافروں کی حالت اپنے الفاظ میں بیان کریں۔

۶۔ فسانۂ آزاد کے انتخاب میں شامل اقتباس کا خلاصہ تحریر کریں۔

۷۔ آزاد کی شخصیت پر مختصر نوٹ لکھیں۔

۸۔ ناول میں خوجی کے کردار پر نوٹ لکھیں۔

۹۔ اگر آپ جہاز میں سوار ہوتے تو کیا محسوس کرتے؟

۱۰۔ سیاق و سباق کے حوالے سے متن کی تشریح کریں۔

بیرم کے باشندے بمقتضائے ہمدردی.................. خوش گپیں اڑاتے تھے۔

سرگرمیاں

۱۔ اساتذہ کرام طلبہ سے مختلف معاشرتی مسائل پر مشتمل مضامین لکھنے کی مشق کروائیں۔

۲۔ اساتذہ کرام طلبہ کو کوئی کہانی / مکالمہ سنا کر اس کی جزئیات کو ترتیب سے باری باری سنیں۔

۳۔ رتن ناتھ سرشار کے ناول "فسانۂ آزاد" سے کوئی اور اقتباس سنیں۔

اشاراتِ تدریس

۱۔ اساتذہ کرام طلبہ کو اردو کلاسیک نثر میں "فسانۂ آزاد" کی اہمیت پر تفصیلی لیکچر دیں۔

۲۔ طلبہ کو اردو کلاسیکل نثر کی اہمیت بتائیں۔ ۳۔ رتن ناتھ سرشار کے طرزِ تحریر کی خوبیاں بتائیں۔